السنۃ والحدیث

عزیز زبیدی وار برٹن

خوشحالی اور تنگ دستی دونوں آزمائش ہیں

بدلوگوں کی خوشحالی: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَۃٍ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا ھُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِنَّ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ قَاتِلًا لَّا یَمُوْتُ یعنی النار (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ)

فرمایا: کسی فاسق فاجر کی خوشحالی پر رشک نہ کیجیے! کیونکہ آپ نہیں جانتے مرنے کے بعد اس کا کیا حشر ہونے والا ہے، یقین کیجیے: اس کے لیے اللہ کے پاس ایک غیر فانی عذاب ہے یعنی دوزخ۔

ایسی خوشحالی جو تعلق باللہ پر بوجھ نہ بنے اور حقوق العباد کے سلسلے میں "بے رحم" نہ ہونے دے۔ ہمارے نزدیک "سلیمانی" ہے اگر ایسی خوشحالی انسان کو ایسا سرگراں کردے کہ نفس و طاغوت کے آستان پر جبہ سائی سے اس کو انبساط اور نشاط محسوس ہو لیکن خدا کے حضور سر جھکانے کے قابل نہ رہنے دے۔ تو وہ ابلیسی یا قارونی ہے ۔۔۔ ایسے لوگوں کے لیے یہ خوشحالی بسا اوقات بہت بڑے ابتلاء کا موجب بن جاتی ہے، قرآن و حدیث کی زبان میں اسے "استدراج" کہتے ہیں ۔۔۔ چنانچہ بالآخر دنیا یا آخرت میں اس سے ایسے لوگوں کی نکبت اور ذلت کا اتمام ہو کر رہتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ بس مندرجہ بالا حدیث میں انہی بدنصیبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہر خوشحال انسان کے لیے یہ سوچنا آسان ہو گیا ہے کہ وہ اب کہاں کھڑا ہے؟

روزی خود بندے کی تلاش میں ہے: عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔۔۔۔۔۔ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ: اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْہُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ لَا یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ وشعب الایمان)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جبرائیل امین نے میرے دل میں یہ القا کیا ہے

کہ: اپنی روزی پوری کیے بغیر کوئی بھی شخص نہیں مرے گا! خبردار! اللہ سے ڈرتے ہوئے، تلاش رزق میں احسن طلب کو ملحوظ رکھیے! رزق کے پہنچنے میں تاخیر، تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ ناجائز ذرائع سے اس کے حصول میں پڑ جائیں، کیونکہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ صرف اس کی اطاعت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے۔

اِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ اَجَلُهُ (مشکوٰۃ بحوالہ ابونعیم فی الحلیہ۔ عن ابی الدرداءؓ)

روزی بندے کی تلاش میں یوں رہتی ہے جیسے موت اس کا پیچھا کرتی ہے۔

جتنی روزی کسی کو چاہیے، وہ بہر حال اسے مل کر رہے گی اس لیے اسے مطمئن رہنا چاہیے اور غلط راہوں سے حاصل کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، جو لوگ خدا کی ناراضگی کی پروا کیے بغیر "طلب زر" کے لیے خبط کی حد تک بدحواس ہو رہتے ہیں، وہ دراصل زبانِ حال سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ: ان کو خدا نہیں چاہیے، چند ٹکے بہر حال انہیں ملنے چاہئیں!

سچی روزی وہ ہوتی ہے جس کے بارے میں بازپرس کا اندیشہ نہ ہو، جس سے انسان کی آخرت بوجھل نہ ہو اور چند روزہ زندگی کے یہ چند پیریڈ خیر و عافیت سے پاس ہو جائیں "لا ید رک ما عند اللہ الا بطاعتہ" کے جملے میں بس اسی روزی کا ذکر ہے۔ باقی رہی وہ روزی جس سے چند گھڑیاں تو پرنشاط ہیں اور اس سے "کام و دہن" کا چسکا بھی پورا ہو لیکن اس کے بعد جب جوتے پڑیں تو "کھا کر پچھتانے" والی بات بن جائے تو وہ بہر حال نافرمانوں کی "جنت" سے کچھ دور نہیں ہے —— کیونکہ ناپاک کنوئیں میں ناپاک ڈول ڈالا جائے تو پاک پانی نہیں نکلے گا، ناپاک ہی دستیاب ہو گا۔

بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت حکیمانہ انداز میں یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ حالات ناسازگار ہو جائیں تو بدحواس نہ ہوں، ہوش میں رہ کر گتھی کو سلجھانے کی کوشش کریں، ایسا نہ ہو کہ زندگی کے ان چند ناسازگار لمحات سے خلاصی پانے کے لیے اپنی اپنی زندگی اور صالح سرشت کو ناسازگار بنانے پر تل جائیں۔ کیونکہ بالآخر یہ سودا بہت ہی مہنگا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک یہ ناسازگار گھڑیاں نہائی کربناک ابتلا اور آزمائش کی حیثیت رکھتی ہیں روزی کی تلاش میں "بد" بننے سے دریغ نہ کرنا، کیرکٹر کی انتہائی پستی کی نشانی ہے۔

اطاعت سے خوشحالی کے سامان ہوتے ہیں: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: قال ربکم عزوجل: لو ان عبیدی اطاعونی لاسقیتھم المطر باللیل وَاَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ (احمد)

"فرمایا بڑی شان والے تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ: میرے بندے اگر میری اطاعت کریں (تو) میں رات کو ان پر مینہ برساؤں اور دن کو دھوپ کروں "اور گرجنے کی آواز" تک ان کو نہ سناؤں۔"

غرض یہ کہ: صحیح اور بابرکت روزی صرف رب کی نافرمانی کے ذریعے حاصل ہوتی اور بڑھتی ہے، ہتھکنڈوں سے جو روزی ملتی ہے، وہ روزی نہیں ہوتی، انگارے ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے انسان کی اخلاقی دنیا اور روحانی کائنات جل کر خاکستر ہو جاتی ہے، جو خوفِ خدا ملحوظ رکھتے ہیں، وہ کبھی بلا کے منہ میں ہوں، اللہ تعالیٰ خیر و عافیت سے چھٹکارا دے کر، ان پر خیر و برکت کے دروازے کھول دیتا ہے کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰیَۃً لَوْ اَخَذَ النَّاسُ بِھَا لَکَفَتْھُمْ: وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (ابن ماجہ ابی ذر)

فرمایا مجھے ایسی آیت معلوم ہے، اگر لوگ اس کا دامن تھام لیں تو وہ ان کو کافی ہو جائے (وہ آیت یہ ہے کہ) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے خلاص کی خود صورت پیدا کر دیتا ہے اور روزی یوں ان کو دیتا ہے کہ ان کے سان گمان میں بھی نہیں ہوتی۔

ان کو حقارت سے نہ دیکھیں: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اَحَدُھُمَا یَأْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ (ترمذی)

"حضرت انس فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں دو بھائی تھے، ایک تو حضور کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا دوسرا دستکاری کر کے کماتا تھا، اس حرفہ والے نے اپنے بھائی کی حضور کی خدمت میں شکایت کی، آپ نے جواب دیا کہ: کیا پتہ تمہیں روزی اسی کے صدقے سے ملتی ہو۔"

کچھ لوگ روزی کما کر کھاتے ہیں اور بعض اس قابل بھی ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کی بھی دیکھ بھال کریں — یہ توفیق، خدا کی دین ہے، جو خرچ کر کے دل بھاری بھی کر لیتے ہیں اور ان کو حقارت سے دیکھنے لگ جاتے ہیں، وہ دراصل "ناشکری" کا ثبوت دیتے ہیں۔ اگر ہوش سے کام لیتے تو ان پر وجد طاری ہو جاتا کہ، خدا نے ان کو اس کے قابل بنایا ہے۔ ایسا نہیں ہوا کہ ان کو غیروں کا دستِ نگر بنا کر، دوسروں کا محتاج کیا۔

اس کے علاوہ ان کی کمائیوں اور مالوں میں غربا اور مساکین کا بھی حق ہے۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات۔ پ ۲۷)

وہ دراصل ان سے اپنا حق وصول کرتے ہیں، ان سے ان کا کچھ نہیں لیتے۔ اس لیے ناک بھوں چڑھانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ علماء حق، ان کی درسگاہیں اور تبلیغی ادارے، اس امر کے سزاوار ہیں کہ آپ ان کی خدمت کریں تاکہ وہ دلجمعی سے خدمتِ دین کا فریضہ انجام دے سکیں۔ مگر افسوس! کچھ لوگ ان پر خرچ بھی کرتے ہیں اور ان پر "مفت خوروں" کی پھبتی بھی کستے ہیں۔ اگر وہ غور کرتے تو کیا عجب کہ: ان کی خدمت کے صدقے میں اللہ تعالیٰ ان کو بھی دیتا ہو۔

حرص کا کوئی علاج نہیں ؛ عَنِ ابنِ عبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاءُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ (بخاری ومسلم)

"فرمایا: انسان کے پاس اگر (مال و دولت کی) دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری بھی ڈھونڈے۔ (اصل بات یہ ہے) ابن آدم کے پیٹ کو (قبر کی) مٹی ہی بھرتی ہے، اور اللہ ان پر توجہ دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔"

دولت کمانا برا نہیں، لیکن اس کے پیچھے بدحواس ہونا برا ہے، کیونکہ ایسے لوگ عموماً خدا کے حضور حاضری دینے کے قابل کم رہتے ہیں، جتنا وقت ملتا ہے وہ حصول دنیا کے لیے صرف کر ڈالتے ہیں۔ اور اگر خدا کے لیے کچھ وقت نکالتے ہیں تو اس ڈر سے نکالتے ہیں کہ اللہ میاں ناراض ہو کر ان کو غارت نہ کرے — الا ما شاء اللہ وان ھم الا قلیل — بہتر یہی ہے کہ: پیٹ کے دھندے کے لیے اتنی جد و جہد کرے جس سے "تعلق باللہ" پر برا اثر نہ پڑے۔ اس کے باوجود اگر دنیا کے ڈھیر لگ جاتے ہیں تو مبارک ہے، کیونکہ اس سے ملک و ملت کی خدمت اور دینِ برحق کی اشاعت کے لیے کام لیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو دنیا ایک دلچسپ آزمائش بن جاتی ہے جو بالآخر لے ڈوبتی ہے۔ یہاں یا وہاں۔

سب کا حساب دینا ہوگا ؛ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اسْتَسْقٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ یَوْمًا فَجِیْءَ بِمَاءٍ قَدْ شِیْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ اِنَّہٗ لَطَیِّبٌ لٰکِنِّیْ اَسْمَعُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ نَعٰی عَلٰی قَوْمٍ شَھَوَاتِھِمْ فَقَالَ اَذْھَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ فِیْ حَیٰوتِکُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِھَا فَاَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ یَشْرَبْہُ (مشکوٰۃ)

فرمایا: ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینے کو مانگا تو انہیں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا: یہ بہت اچھا ہے، لیکن میرے کانوں میں آواز آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

ایک قوم کے نفسیاتی چسکوں کا ماتم کیا ہے، چنانچہ فرمایا: تم نے اپنی دنیوی زندگی میں اپنے چسکے پورے کر لیے اور خوب مزے لوٹے، اس لیے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ یہاں نہ چکا دیا جائے (یہ کہہ کر) انھوں نے نہ پیا (اور واپس کر دیا)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو مزے لوٹے جاتے ہیں، ہماری نیکیاں ان میں وضع ہوتی رہتی ہیں جتنے مزے ہوں، اتنی نیکیاں یہاں لٹ جاتی ہیں، الا یہ کہ نیکیوں کا پلہ اس قدر بھاری ہو کہ قیامت میں کمی کا احساس ہی نہ ہونے پائے! — مگر ایسے خوش نصیب کتنے ہوں گے؟ ان کا اندازہ سبھی لوگ آسانی سے کر سکتے ہیں۔

دنیا کی فراوانی اور اس کے نعمتوں سے بے حساب لطف اندوز ہونا، خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ایک تو اس سے "حیوانیت" پھلتی پھولتی ہے اور آدمیت کی قدریں گھٹتی ہیں، دوسرا آخرت کا حساب طویل ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غربا پانچ سو سال پہلے اغنیاء سے بہشت میں داخل ہوں گے کیونکہ ان کا حساب مختصر ہوگا اور ان کا لمبا، اس لیے مالداروں کو کافی دیر لگ جائے گی۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے کہ حضرت سلیمان سب نبیوں کے بعد اور حضرت ابن عوف سب صحابہ کے بعد بہشت میں جائیں گے۔ کیونکہ انھوں نے دوسروں کی بہ نسبت دنیا کی بہاریں زیادہ دیکھی تھیں۔

ہر پیغمبر کی ذات، معصوم ہوتی ہے اور تعلق باللہ میں اتنی راسخ ہوتی ہے کہ دنیا اپنی ہزار نازو ادا کے باوجود اس کو متاثر نہیں کر سکتی، تاہم اتنا اثر انداز ضرور ہی ہو جاتی ہے کہ: ان کا سفر بوجھل ہو جاتا ہے حساب طویل اور چیکنگ شدید کی وجہ سے منزل تک پہنچتے پہنچتے وہ شرابور ہو ہو جائیں گے، پھر کہیں جا کر منزل آئے گی۔ جہاں دنیا کی اس ارزانی کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ حشر ہو سکتا ہے، اندازہ فرمالیں کہ وہاں ہما و شما کا کیا حال ہوگا۔؟ بہر حال یہ دنیا اور اس کی نعمتیں میسر ہیں، تب بھی انسان ایک بہت بڑی آزمائش میں پڑ جاتا ہے، اگر تنگ و افلاس ہے تو بھی ایک عجیب ابتلاء کا سامنا درپیش ہوتا ہے۔ بس دنیا کے باوجود دنیا کے باوجود سنجدار ہے تو یہ سلیمانی ورنہ قارونی۔ اور غربت و افلاس کے باوجود، ایمان اور عمل صالح کا دامن ہاتھ میں رہا تو یہ سلمانی اور بلالی ہے ورنہ حرمان اور بد نصیبی ہی بد نصیبی ہے کہ:

ع ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے